سیر و سوانح

سیّد شاہ مدن

اٹھارھویں صدی عیسوی کا ایک مجاھد

ڈاکٹر اقبال حسین

سورہ احزاب کے آخری رکوع میں اللہ پاک کا فرمان ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا	"اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے
اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاۙ	اور کہو سیدھی بات، کہ سنوار دے تم کو
یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ	تمہارے کام، اور بخشے تم کو تمہارے گناہ
لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَمَنْ یُّطِعِ	اور جو کوئی کہے پر چلا اللہ کے اور اس
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ	کے رسول کے اس نے پائی
فَوْزًا عَظِیْمًا○ (احزاب ۷۰-۷۱)	مراد

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت مقدسہ کی جمعہ اور نکاح کے خطبات میں بالعموم تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ یہ سنت آج تک جاری ہے، لیکن بدقسمتی سے عام مسلمان، عربی زبان سے ناواقف ہونے کی بنا پر ان خطبات کا پورا فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ اس قرآنی ہدایت کے سرسری مطالعہ سے بھی کئی باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

اول یہ کہ مسلمانوں کو ہر حال میں خدا کا خوف کرنا چاہئے۔

دوم، یہ کہ انھیں ہر حال میں جادۂ حق پر قائم رہنا چاہئے، گفتگو، عہد و پیمان اور تمام معاملات میں سیدھی اور بے لوٹ بات کہنی چاہئے، کسی بھی مصلحت یا مداہنت کی بنا پر حق و صداقت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔

"سوم، جو لوگ اس راہ پر گامزن ہوں گے، ان کے لئے خداوند کون و مکان کا وعدہ ہے کہ ان کے کام سنوار دئیے جائیں گے، گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ اپنی مراد کو پہونچیں گے۔

عہد رسالت اور اس کے بعد، جب تک مسلمان قرآن کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے، بیشک اللہ کا وعدہ پورا ہوتا رہا۔ ان پر انعام و اکرام کی بارشیں ہوتی رہیں، فتح و نصرت ان کے قدم چومتی رہی، لیکن جوں جوں ان کا تعلق قرآن سے کم ہوتا گیا، ان میں سیاسی، اقتصادی اور فکری زوال آتا گیا، وہ فرقوں میں تقسیم ہونے لگے اور بالآخر ان کی اجتماعی قوت ہی بکھر کر رہ گئی، مسلمانوں کی اپنے سرچشمۂ حیات سے دوری، دنیاداری، دین سے انحراف، اغماض اور مصلحت پرستی کے چڑھتے ہوئے سیلاب کے نتیجہ میں، ان کے اندر ایک ایسے طبقہ کا ظہور ہوا جو اپنی ذاتی مصلحتوں اور اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے، قرآن کا علم رکھتے ہوئے بھی اس سے چشم پوشی کرنے لگا۔ اس گروہ کے اثرات نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو آج جس منزل پر لا کھڑا کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ تاہم مسلمانوں میں ایسی شخصیتیں بھی پیدا ہوتی رہی ہیں جو بظاہر دنیادار تھے۔ لیکن اللہ کے احکامات ہی کو متاعِ حیات سمجھتے تھے اور وقت پڑتا تو جان، مال اور جاہ و منصب کی قربانی میں بھی انھیں تامل نہ ہوتا بلکہ احکام الٰہی کی تعمیل میں متاعِ جان بھی نثار کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

تاریخ ہند کی اٹھارہویں صدی عیسوی کے تیسرے ربع میں، صوبہ اودھ میں ہمیں ایک ایسی ہی شخصیت نظر آتی ہے جو عوام میں آج بھی شاہ مدن کے نام سے معروف ہے۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے شاہ مدن کے کردار سے متاثر ہو کر ہی غالباً یہ شعر کہا تھا؎

بڑھا لی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

شاہ مدن دینی علوم سے بہرہ ور ہوتے ہوئے، بظاہر دنیاداری میں گھرے ہوئے تھے۔ حاکم وقت کے مقرب، جاگیردار اور صاحب ثروت آدمی تھے لیکن نظر بہرحال آخرت پر تھی، حق و باطل کے فرق کو خوب پہچانتے تھے، حاکم کون و مکاں کی رضا اور اس کے احکام کی پابندی میں حاکم وقت کی رضا اور دنیا کی نعمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں۔

شاہ مدن صاحب کا پورا نام سید شرف الدینؒ تھا۔ آپ کے والد ماجد حموی گیلانی تھے۔

لہ مظفر حسین، نامۂ مظفری (مطبوعہ) لکھنؤ ۱۹۱۷ء، ص، ۲۲۷

غلام علی نقوی، اودھ کا مشہور مورخ رقم طراز ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے[۱] آپ نہایت دانا، خوش خلق، نیک خصال اور پاکیزہ صفات تھے۔ ابتدا ہی سے نواب صفدر جنگ کی مصاحبت میں رہے اور آپ کو اس کے مصاحبوں میں خاص مقام حاصل تھا۔ صفدر جنگ کی وفات کے بعد، آپ کچھ دنوں کے لئے بنگال چلے گئے تھے۔ وہاں کے ناظم، اللہ وردی خاں نے آپ کو اپنا مشیر بنا لیا[۲]۔ اللہ وردی خاں کے انتقال کے تقریباً فوراً بعد، بنگال میں انگریزی اقتدار قائم ہو جانے کی وجہ سے شاہ مدن دوبارہ اودھ چلے آئے اور شاہ آباد، جو شاہجہاں پور کے قریب دلیر خاں کا آباد کیا ہوا قصبہ ہے، قیام پذیر ہو گئے۔ آپ جلد ہی نواب شجاع الدولہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ شجاع الدولہ نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور آپ کو خالص پور کا علاقہ جاگیر میں دیا[۳]۔ شاہ مدن نے خالص پور کو اپنا مستقر بنا لیا[۴]۔

شاہ مدن صاحب کافی خوش حال تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ روپئے سالانہ آمدنی کی جاگیر تھی[۵]۔

شاہ مدن کی فارغ البالی، نواب شجاع الدولہ سے تقرب اور دین سے لگاؤ ہونے کی وجہ سے، آپ دنیاوی طور پر بڑے آدمی تھے اور معزز و محترم بھی۔ شاہ مدن صاحب، صاحب ثروت اور شجاع الدولہ سے خصوصی تعلقات کے باوجود، قرآن کی ہدایات کو ہر حال میں مقدم جانتے تھے۔ ان کی نگاہ میں دنیاوی عیش و تنعم اور اس زندگی کے مقابلے میں آخرت کی زندگی زیادہ اہم تھی۔ شاہ صاحب کی زندگی میں ایک ایسا بھی وقت آیا کہ ایک طرف شجاع الدولہ سے تعلقات کا تقاضا یہ تھا کہ اس کے منشا پر، جو صریحاً حق کے خلاف تھا، عمل کیا جائے اور دوسری

---

[۱] عماد السعادت (مطبوعہ) نول کشور پریس، لکھنؤ، ص ۱۱۰ [۲] عماد السعادت ص ۱۱۰ [۳] نامہ مظفری ص ۲۲۱ [۴] نامہ مظفری ص ۲۲۹ [۵] لچھمی نارائن، رقعات (مطبوعہ) ص ۶، انشائے فیض بخش، قلمی (علی گڑھ مخطوطہ) ص ۲۔ لیکن نامہ مظفری کے مولف کا بیان ہے کہ شاہ صاحب کو ½ لاکھ روپئے سالانہ کی جاگیر اودھ کے نواب نے دی تھی اور ½ لاکھ روپئے سالانہ کی جاگیر حافظ رحمت خاں کی طرف سے آپ کو دی گئی تھی، ملاحظہ ہو نامہ مظفری ص ۲۲۸

طرف نگاہ میں قرآن کی ہدایت بھی تھی کہ "جو بات کہو سیدھی کہو" جس کے دل میں اللہ نے گھر کرلیا ہو، اس کی نگاہ میں دنیاوی حاکموں کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے۔ شاہ مدن بھی ایسے نازک وقت میں، استقلال کے ساتھ، شجاع الدولہ کے منشاء کے خلاف حق ہی پر قائم رہے۔

اس پورے واقعہ کا تاریخی پس منظر یوں ہے کہ ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں نے شمالی ہندوستان کی بیشتر ریاستوں کو مطیع کرنے کے بعد، براہ روہیل کھنڈ، صوبہ اودھ پر حملہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ اس منصوبہ کے تحت، مرہٹوں نے حافظ رحمت خاں کے سامنے تین شرطیں رکھیں:

اول۔ اگر روہیلے مراٹھوں کے ساتھ مل کر شجاع الدولہ کی مملکت کو فتح کرنے میں معاون ہوں گے تو اس کے بدلے میں مراٹھے نصف مفتوحہ علاقہ روہیلوں کے حوالہ کردیں گے۔

دوم، اگر وہ مراٹھوں سے جنگی تعاون کے لئے رضامند نہ ہوں، تو مراٹھوں کو بغیر کسی مزاحمت کے، اپنے مقبوضات سے گزر جانے دیں گے۔ اس کے عوض میں مراٹھے چالیس لاکھ کے مطالبے سے دستبردار ہوجائیں گے جس کا معاہدہ گزشتہ سال، شجاع الدولہ اور روہیلوں سے ہوچکا ہے

سوم، اگر حافظ رحمت خاں مندرجہ بالا شرطیں تسلیم نہیں کرتے تو مراٹھے پہلے ان کے مقبوضات تاراج کردیں گے، بعدازاں، وہ شجاع الدولہ پر حملہ آور ہوں گے۔[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ فوجی اعتبار سے مراٹھے کافی طاقتور تھے، لیکن اخلاقی پستی[2] اور

---

[1] گلستان رحمت، ص ۸۲ اب، حافظ رحمت کا مراسلہ مورخہ ۴ اکتوبر ۱۷۷۲ء بنام لارڈ ہیسٹنگز دستاویز نمبر ۱۱، خفیہ (فارن ڈپارٹمنٹ) نیشنل آرکائیوز، نئی دہلی، ص ۱-۲،

Calendar of Persion Correspondence Vol IV, 481

[2] سرجادوناتھ سرکار نے مرہٹوں کے مظالم اور اخلاقی پستی کا ایک مختصر جائزہ، ہمعصر تاریخی اور ادبی ماخذوں کی مدد سے لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ۱۶۸۲ء میں گوا پر حملہ کے دوران بیک وقت چھ چھ مرہٹہ فوجیوں نے ایک ایک عورت سے جبراً منہ کالا کیا۔ ۱۷۴۲ء کے بعد مرہٹوں نے جب بنگال پر یلغار کی شروع کی، تو بقول ایک بنگالی شاعر گنگارام، مرہٹوں نے عورتوں سے سونے اور چاندی کے زیورات چھین لئے، بعضوں کے ہاتھ، کسی کے کان اور ناک تراش لی اور کچھ کو بے جھجک ہلاک کرڈالا۔ مراٹھے خوبصورت عورتوں کی گردنوں میں رسی ڈال

عہد شکنی کی وجہ سے کسی بھی فریق کے لئے ان کے وعدوں پر اعتماد کرنا دشوار تھا۔ بدقسمتی سے حافظ رحمت خاں کے سامنے کئی مسئلے تھے۔ روہیلے خانہ جنگی اور باہم رشک و حسد سے اپنی عسکری صلاحتیں کھو چکے تھے۔ گذشتہ چند برسوں سے وہ مستقل مرہٹوں کی لوٹ مار کا شکار ہو رہے تھے جس کے نتیجہ میں انھیں ۱۷ جون ۱۷۷۲ء کو شجاع الدولہ سے ایک معاہدہ کرنا پڑا تھا جس کے تحت، حافظ رحمت خاں نے روہیلوں کی بازآبادکاری اور آئندہ مراٹھوں کے خلاف فوجی تحفظ کے عوض چالیس لاکھ دینے قبول کر لئے تھے[۱]۔ علاوہ ازیں مراٹھے ایک بڑی فوج کے ساتھ، روہیلوں کی سرحد کے قریب خیمہ زن تھے اور ان کی پیش کردہ شرائط کو یکدم ٹھکرانا، فوری طور پر، قتل و غارت گری کو دعوت دینا تھا۔ ان حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ شجاع الدولہ کو، جو اب معاہدہ کی رو سے روہیلوں کا حلیف تھا مطلع کر دیا جائے اور یہ سعی کی جائے کہ روہیلوں کو چالیس لاکھ روپیوں کی ادائیگی سے بھی بچا لیا جائے۔ چنانچہ حافظ صاحب

(بقیہ حاشیہ) کر گھسیٹ لے جاتے اور مظلوم عورتوں کی آہ و بکا کی پرواہ کئے بغیر یکے بعد دیگرے کئی کئی افراد اپنی نفسانی ہوس کی تسکین کرتے۔ انھوں نے مکانوں اور مندروں کو، مسمار کرنے اور جلانے میں بھی تامل نہیں کیا...... ایک اور بنگالی، وینشورودیالنکر لکھتا ہے کہ شاہو راجہ کی فوج رحم کے جذبات سے یکسر عاری ہے، وہ حاملہ عورتوں، بچوں، برہمنوں اور غریبوں کو بھی قتل کرنے سے نہیں ہچکچاتی۔

کم و بیش اسی طرح کی باتیں معاصر مسلمان مورخین اور فرانسیسی و انگریزی تجارتی کمپنیوں کے نمائندوں نے بھی لکھی ہیں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:—

Fall of the Mughal Empire Vol. I PP 86-87, 86-89

مراٹھوں کے اخلاق سوز اور شرمناک حرکتوں سے بیزار ہو کر راجپوتوں نے زبردست پیمانہ پر ۱۰ جنوری ۱۷۵۱ء کو جے پور میں بلوہ کر دیا۔ اس بلوہ میں تقریباً دو ہزار مراٹھے ہلاک اور بہت سے زخمی ہوئے۔ ملاحظہ ہو:

Fall of the Mughal Empire Vol. II P.P. 303-05,

[۱] Aitchison, A collection of Treaties, Engagements ... Vol II P.P. 5-6

Home Miscellaneous Ricords (India office) 1774, SN. 37 (New Delhi National Archieves) P. 205.

نے شجاع الدولہ کو صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا کہ روہیلے، مراٹھوں کے ساتھ کسی طرح کے اتحاد کے لئے تیار نہیں ہیں بشرطیکہ نواب مذکور انھیں چالیس لاکھ روپے کی ادائیگی کا تمسک لوٹا دیں، جو روہیلوں نے گزشتہ سال انھیں دیا تھا۔[1]

شجاع الدولہ مرہٹوں کی سرگرمیوں پر پہلے ہی سے نظر رکھے ہوئے تھا۔ اسے یہ علم ہو چکا تھا کہ مراٹھے، روہیلوں سے گفت و شنید کر رہے ہیں۔ اسے خوف تھا کہ اگر روہیلوں کا مراٹھوں سے اتحاد ہو گیا تو اس کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔[2] اس ممکنہ اتحاد کو روکنے کے لئے اس کی نظر انتخاب شاہ مدن پر پڑی۔ اس نے شاہ صاحب کو حافظ رحمت خاں کی خدمت میں پورے اختیارات دے کر روانہ کر دیا کہ شاہ صاحب روہیلوں کو مراٹھوں سے الگ کرنے کے سلسلہ میں جو بھی طریقہ اختیار کریں گے اسے قبول ہوگا۔[3]

شجاع الدولہ نے شاہ مدن کو اس اہم سفارت کے لئے دو وجہوں سے منتخب کیا تھا۔ اول، روہیلے شاہ مدن کا بڑا احترام کرتے تھے اور ان کو صادق القول جانتے تھے۔

دوم، شجاع الدولہ کو یقین تھا کہ شاہ صاحب کے درمیان میں آجانے کے بعد روہیلے ہر صورت سے مطمئن ہو جائیں گے اور ہر وقت مراٹھوں کی یلغار کا رخ روہیلوں کے مقبوضات تک

---

[1] گلستانِ رحمت، ص، ۱۸۲-۱۸۷ الف، Transaction in Bengal P. 11

[2] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو Calendar of Persian Correspondence Vol. IV, P. 224

[3] مستجاب خاں رقم طراز ہیں۔ "سید شاہ مدن کہ بمنزلہ زبان من است ..... انچہ تفہیم من و عن گذارش خواہد ساخت، یقین تصور فرمائید۔ چیزی کہ کہ مشارٌ الیہ مقرر خواہد نمود، سر موازان تفاوت نخواہم کرد کہ ساختہ و پرداختہ او منظور است" گلستانِ رحمت۔ ص ۱۸۵-۱۸۴ الف، مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں حافظ رحمت خاں کا خط بنام ہیسٹنگز، بحوالہ Hastings and the Rohilla war P.P. 300-02. Galender of Persion correspondence 200

ہی محدود ہوگا اور خود اس کی عملداری جنگ وجدال سے محفوظ ہوگی۔

شجاع الدولہ کا اندازہ درست تھا۔ شاہ مدن کی یقین دہانی کے بعد کہ شجاع الدولہ بذات خود روہیلوں کی مدد کو آرہا ہے اور مراٹھوں کے استیصال کے بعد وہ چالیس لاکھ کا تمسک بھی لوٹا دے گا۔ حافظ رحمت خاں نے منتظر مراٹھا ایلچیوں کو صاف جواب دے کر واپس کر دیا۔[1] مراٹھوں کی فوج کے ایک حصہ نے ۱۹ مارچ ۱۷۷۳ء کو تکوجی ہولکر کی قیادت میں حملہ کر دیا اور اسد پور، سنبھل وغیرہ کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔[2] ۲۰ مارچ ۱۷۷۳ء کو شجاع الدولہ بھی انگریزی توپ خانہ کے ساتھ جس کی قیادت جنرل بارکر کر رہا تھا، رام گھاٹ آن پہونچا۔ مراٹھوں کی اصل فوج جو دریائے گنگا کے دوسرے کنارہ پر خیمہ زن تھی شجاع الدولہ کی آمد کی خبر پاکر چالیس میل اندرون دوآب، غالباً موجودہ علی گڑھ کے قریب ہٹ آئی۔[3] دریں اثنا، شجاع الدولہ کی انگریزی توپ خانہ کی معیت میں آمد کی خبر ملتے ہی تکوجی ہولکر نے اسد پور کا محاصرہ اٹھا لیا اور بسولی کی طرف کوچ کر گیا۔ تقریباً اسی وقت (۲۲ مارچ ۱۷۷۳ء) کو حافظ رحمت خاں بھی اپنی فوج کے ساتھ رام گھاٹ پر شجاع الدولہ سے آن ملے[4] مگر وہ تکوجی کے بسولی کی طرف کوچ کر جانے کی وجہ سے سخت مضطرب تھے۔ آپ دوسرے ہی دن، اپنے عم زاد دوندے خاں،

---

[1] گلستان رحمت، ص ۱۸۵ - ۱۸۶ الف Macpherson W.C. Soldiering in India, London (1928) P. 119.

بہاری لال، احوال نجیب الدولہ، علی گڑھ، مخطوطہ، ص ۱۷، شیو پرساد، تاریخ فرح بخش، علی گڑھ، مخطوطہ، ص ۱۹۲ الف

[2] Soldiering in India P. 119، بہاری لال ص ۱۷، گلستان رحمت ص ۱۸۶ الف

[3] Soldiering in India P. 121، ہرچرن داس، منتخب گلزار شجاعی، مخطوطہ برٹش میوزیم، لندن، ص ۲۱۲ الف Calendar of Persian Correspondence IV. 251

[4] Soldiering in India P. 121، Calendar of Persian Correspondence IV P. 251

ہرچرن داس، ص ۲۱۲ الف، گلستان رحمت ص ۱۸۹ ب

مرحوم کے اخلاف کے ناموس کے تحفظ کے خیال سے بسولی روانہ ہو گئے۔ شجاع الدولہ نے، حافظ صاحب کی مدد کے لیے جلد ہی پہنچنے کا وعدہ کرکے انھیں رخصت کیا، لیکن وہ اپنی روانگی کسی نہ کسی بہانہ سے ٹالتا ہی گیا۔[۱] حافظ صاحب کے بسولی پہنچنے سے پہلے تکوجی نے اس پر حملہ کرکے خوب لوٹ مار مچائی اور دوندے خاں مرحوم کے دیوان، کاہنمل کو پکڑ لے گئے۔ بسولی کے بعد تکوجی نے سنبھل اور مرادآباد پر حملہ کرکے ان شہروں کو بری طرح لوٹا۔ اس کا ارادہ رام پور پر یلغار کرنے کا تھا لیکن حافظ رحمت خاں کی آمد کی اطلاع ملتے ہی اسے یہ بھی خدشہ ہوا کہ اگر شجاع الدولہ بھی انگریزی فوج کے ساتھ روہیلوں کی مدد کے لئے آگیا تو وہ روہیلکھنڈ میں بری طرح گھر جائے گا۔ اس نے رام گھاٹ سے پچاس میل شمال میں پتھر کے قریب گنگا عبور کی اور علی گڑھ میں اصل مراٹھا فوج میں شامل ہو گیا۔[۲] شجاع الدولہ اس دوران خاموش تماشائی رہا اور اس نے روہیلوں کے تحفظ کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

ایک طرف شمالی ہندوستان میں مرہٹے، قتل و غارت گری اور لوٹ میں مصروف تھے اور دوسری طرف پونا میں آنجہانی پیشوا کی وصیت کے خلاف رگھوناتھ راؤ پیشوا بن گیا۔ ویساجی اور تکوجی ہولکر، جو شمالی ہند میں سرگرم عمل تھے، اس صورت حال سے گھبرا گئے، انھوں نے شجاع الدولہ سے معمولی شرائط پر صلح کرلی اور ۵ مئی ۱۷۷۲ء کو پونا کی طرف کوچ کر گئے۔[۳]

مراٹھوں کی مراجعت نے شجاع الدولہ کے لئے شمالی ہند میں میدان صاف کر دیا۔ روہیلے آپسی نفاق سے ویسے ہی کمزور تھے، حالیہ مراٹھا پیش قدمی نے انھیں اور مضمحل کر دیا تھا۔ شجاع الدولہ نے انھیں اور کمزور کرنے کے لئے، روہیلہ سرداروں میں سیاسی حکمت سے کام لیتے ہوئے مزید نفاق کے بیج بو دیئے۔ بہت سے سرکردہ روہیلہ سرداروں

۱۔ Calendar of Persian Correspondence IV 251

۲۔ Soldiering in India P. 122 پیشوا دفتر ریکارڈس، جلد ۲۹، ص ۲۸۸

۳۔ Calendar of Persian Correspondence IV 481 گلستان رحمت ص ۱۱۱ الف، طہماسپ مسکین، طہماسپ نامہ (علی گڑھ مخطوطہ) ص ۱۸۴ الف، شیو پرساد، ۹۲ ب

کی اخلاف کو انعام و اکرام اور مستقبل میں مزید انعامات کا وعدہ کرکے، انھیں حافظ رحمت خاں سے منحرف کردیا[1]

دوسری طرف حافظ رحمت خاں نے اپنی پوری توجہ چالیس لاکھ کے تمسک کی واپسی پر مبذول کی۔ آپ نے عبداللہ خاں کشمیری اور خان محمد خاں کو تمسک کی واپسی کے لئے شجاع الدولہ کے پاس نمائندہ بناکر بھیجا کیونکہ شاہ مدن ان کو واپسی کا یقین دلا گئے تھے، مگر شجاع الدولہ نے عبداللہ خاں اور خان محمد خاں کو تمسک دینے سے منع کردیا اور اس سے بھی منکر ہوگیا کہ اس نے شاہ مدن کو کلی اختیارات دے کر سفارت پر معمور کیا تھا۔ شجاع الدولہ کے رویہ سے ناامید ہوکر عبداللہ خاں اور خان محمد خاں نے شاہ مدن صاحب کی توجہ اس معاہدہ کی طرف مبذول کی جو انھوں نے تمسک کے سلسلہ میں حافظ صاحب سے کیا تھا۔ شاہ مدن صاحب نے اگر چاہا ہوتا تو آج کل کی زبان میں ڈپلومیسی (Diplomacy) یا مصلحت اختیار کرکے شجاع الدولہ کے بیان تائید کردیتے یا مداہنت سے کام لے کر خاموش ہوجاتے لیکن شاہ مدن صاحب کا مزاج ہی دوسرا تھا۔ وہ جاگیردار اور درباری ہونے سے زیادہ ایک مسلمان تھے اور احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرکے دنیاوی فائدہ کے حصول کے لئے تیار نہ تھے۔ آپ نے بھرے دربار میں یہ اعلان کردیا کہ شجاع الدولہ نے انھیں مختار کل بناکر روہیلوں کے پاس بھیجا تھا اور اس بات کی بھی تصدیق کردی کہ انھوں نے نواب شجاع الدولہ کے حکم کی تعمیل میں روہیلوں کو چالیس لاکھ روپیوں کے تمسک کی واپسی کا وعدہ بھی کیا تھا۔ شاہ صاحب کی صاف گوئی نے شجاع الدولہ کو سخت برہم کردیا اور وہ یہ کہتا ہوا زنانخانہ میں چلا گیا کہ اس کے ساتھ سازش کی گئی ہے[2] خان محمد خاں اور عبداللہ کشمیری نے تمام روداد حافظ رحمت خاں کو سنادی[3]۔

---

[1] گلستان رحمت، ص ۱۹۲ الف ب، گل رحمت، ص ۱۴۸، Malleson, Life of Warren Hostings. 1892 P. 149

[2] گلستان رحمت، ص ۱۹۱ الف ب، تاریخ افغان، ص ۵۲-۵۰

[3] گل رحمت، ص ۱۴۷، اخبار حسن، ص ۶۶-۶۵

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شاہ مدن کی صاف گوئی نے شجاع الدولہ کے وقار کو زبردست ٹھیس پہونچائی لیکن وہ شاہ صاحب کے خلاف فوراً کوئی اقدام مصلحتاً نہ کرسکا۔ بہر نوع اسں چالیس لاکھ روپئے کی ادائیگی کو شجاع الدولہ نے روہیلوں کے خلاف فوج کشی کا بہانہ بناکر انگریزوں کے تعاون سے ۱۷۷۴ء میں روہیل کھنڈ پر حملہ کردیا۔ میران پور کٹرہ (شاہ جہاں پور) میں حافظ رحمت خاں اور ان کے حلیف وفادار روہیلوں نے کمال بے جگری سے مدافعانہ جنگ لڑی۔ حافظ رحمت خاں میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دو ہزار سے زائد روہیلے دادِ شجاعت دیتے ہوئے کام آئے[1] حافظ رحمت خاں کا سر سلطان خاں بریچ نے قلم کر کے شجاع الدولہ کو پیش کیا۔ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت کا سر یکے بعد دیگرے مظفر جنگ (نواب فرخ آباد) ضابطہ خاں فرزند نجیب الدولہ جو اس کے حلیف تھے، کے سامنے شناخت کے لئے پیش کیا۔ دونوں نے تصدیق کردی کہ وہ سر حافظ صاحب کا ہے۔ بعد ازاں حافظ صاحب کا سر غالباً شرارتاً شاہ مدن صاحب کے سامنے شناخت کے لئے پیش کیا گیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا "ہاں یہ سر اسی شہید کا ہے"[2] نواب شجاع الدولہ اپنا غصہ نہ ضبط کر سکا اور چند دنوں بعد بسولی پہنچ کر اس نے شاہ مدن کو قید کر دیا اور ان کی املاک و جاگیر ضبط کرلیں[3] شاہ

---

[1] غلام حسین طباطبائی، سیر المتاخرین، نول کشور، ص ۹۲۹، اخبارات، ۲۷ اپریل ۱۷۷۴ء
Select Committee (India office) P. 491 عماد السعادت ۱۱۶

[2] گر سہائے، تاریخ اودھ (علی گڑھ مخطوطہ)، ص ۱۴۴ الف، گل رحمت، ص ۱۶۲، منشی جیترمن کا نسخہ دو رنامہ (علی گڑھ مخطوطہ)، ص ۵۷، غلام علی لکھتے ہیں، "شاہ مدن مژہ پرنم کردہ گفت، بلے، ایں سر مہمان مسلمان است" عماد السعادت، ص ۱۱۶، مولف گلستان رحمت کا بیان ہے کہ شاہ مدن نے یہ شعر بھی پڑھا ؎ سر کشتہ بر نیزہ می زد نفس ... کہ معراج مردان ہمین است و بس۔ گلستان رحمت ص ۱۲۷ الف

[3] گر سہائے، ص ۱۴۴ الف، دورنامہ، ص ۲۷، عماد السعادت، ص ۱۱۷، گلستان رحمت ص ۱۱۷ الف خیر الدین الہ آبادی کا بیان ہے کہ شجاع الدولہ کیلئے شاہ مدن کے حافظ رحمت خاں کے لئے "شہید" کہنا شدید ناگوار ہوا اور اس نے فوراً سوال کیا کہ اگر حافظ رحمت شہید ہوئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں یزید ہوں

صاحب چھ ماہ تک قید رہے اور اسی عالم میں قید حیات سے رہائی پائی۔[1]

شاہ مدن صاحب کی گرفتاری اور عالم قید ہی میں قید حیات سے رہائی، بظاہر تاریخ کا ایک معمولی واقعہ ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو شاہ صاحب کا کردار ایک عجیب کشش کا حامل ہے۔ شاہ صاحب نے اگر حاکم وقت کی خوشی حاصل کرنے کے لئے مصلحت کا دامن تھام لیا ہوتا تو قید و بند کی صعوبتوں سے دور رہتے، لیکن جس کا دل نور ایمان سے منور ہو اور زندگی قرآن و سنت کے تابع ہو، اسے حاکم وقت کے خوف کے مقابلہ میں حاکم کائنات کا خوف زیادہ ہوتا ہے اور وہ اس کی رضا کی خاطر ہر طرح کی قربانی دے سکتا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ

اور اسی لئے ان کو قید کر دیا۔ ملاحظہ ہو، عبرت نامہ (مخطوطہ سر جادو ناتھ سرکار) نیشنل لائبریری، کلکتہ ص ۲۵۶

[1] نامہ مظفری، جلد دوم، ص ۲۲۹۔ عماد السعادت، گرسہائے اور دو نامہ میں شاہ صاحب کے قید کئے جانے کے بعد کے حالات نہیں ملتے۔

تصانیف مولانا صدر الدین اصلاحی

اسلام — ایک نظر میں	۱۵—۰۰	دین کا قرآنی تصور	۸—۰۰
اساس دین کی تعمیر	۱۲—۰۰	فریضہ اقامت	۸—۰۰
اسلام اور اجتماعیت	۵—۰۰	قرآن مجید کا تعارف	۳—۰۰
تحریک اسلامی ہند	۱۰—۵۰	نکاح کے اسلامی قوانین	۳—۰۰
حقیقت نفاق	۴—۲۵	مسلم پرسنل لاء دینی و ملی نقطۂ نگاہ سے	—۴۰
مسلمان اور دعوت اسلام	۱—۰۰	یکساں سول کوڈ اور مسلمان	—۶۰
دین کا مطالعہ	—۷۵	تلخیص تفہیم القرآن	زیر طبع

ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی۔ دھلی ۶